تاریخ و سیر جناب طالب ہاشمی

حضرت زبیرؓ بن العوام — حواریِ رسولؐ

بعثت کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن مکہ میں ایک وحشت اثر خبر پھیل گئی۔ اس منحوس خبر نے پرستارانِ حق کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی ابو طالب زندہ ہیں اور بنو ہاشم کی تلواریں کند نہیں ہو گئیں — یہ خبر صحیح تھی یا محض افواہ تھی، اس کے بارے میں کوئی بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا کہ حضورؐ شہید کر دیے گئے ہیں۔ بنو ہاشم سخت غیظ و غضب کے عالم میں تھے، وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ بنو اسد کے ایک نوعمر لڑکے کے کانوں میں بھی اس خبر کی بھنک پڑ گئی۔ سولہ سال کی عمر کے اس کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے قیلولہ کرنے اپنے گھر آیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھ بیٹھا، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر پٹک دیا اور شمشیر بکف مکہ کی گلیوں میں کود گیا۔ اس کا رخ مکہ کے بالائی حصے میں واقع سرورِ عالمؐ کے کاشانۂ اقدس کی جانب تھا۔ اس وقت جوشِ غضب سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ حضورؐ کے کاشانۂ مبارک پر پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ مہبطِ وحی و رسالت خیر و عافیت کے ساتھ وہاں رونق افروز ہیں۔ حضورؐ شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا "کیوں بھائی خیر تو ہے اس وقت تم شمشیر برہنہ سونت کر کیسے آ رہے ہو؟"

نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ شہید کر دیے گئے ہیں۔

ارشاد ہوا: اچھا تو یہ بات ہے اور اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟

نوجوان نے بے ساختہ عرض کیا: "یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اہلِ مکہ سے لڑ مرتا۔" اس

کا جواب سن کر رحمتِ عالم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ نے اس جوان کے جذبۂ فدویت کی تحسین فرمائی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی بلکہ اس کی تلوار کو بھی دعا دی کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہِ حق اور رسولِ برحق کی حمایت میں بلند ہوئی۔ رسول اللہ کے عاشق صادق یہ نوجوان بنو اسد کے گل سر سبد سیدنا حضرت زبیرؓ بن العوام تھے۔

(۲)

سیدنا حضرت ابو عبداللہ زبیر بن العوام (بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی) تاریخ اسلام کی ایک اہم باشان شخصیت ہیں۔ ان کو بارگاہِ نبوت سے "حواریٔ رسول" کا لقب عطا ہوا۔ اور سرورِ کائنات نے اپنی زبانِ مبارک سے انھیں جنت کی بشارت دی۔ اس طرح وہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں شمار ہوئے۔ ان کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ انھیں ارکانِ دین میں سے ایک رکن قرار دیا کرتے تھے (اصابہ۔ ابن حجرؒ) حضرت زبیرؓ کو ذاتِ رسالت مآب سے کئی نسبتیں حاصل تھیں۔

۱۔ وہ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے فرزند تھے اس طرح حضورؐ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

۲۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت زبیرؓ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے سرورِ عالمؐ حضرت زبیرؓ کے پھوپھا تھے۔

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ حضرت زبیرؓ سے بیاہی گئی تھیں۔ اس نسبت سے وہ سرورِ کائنات کے ہم زلف تھے۔

۴۔ حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قصی بن کلاب پر رسول اکرمؐ کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے اس طرح وہ حضورؐ کے ہم جد تھے۔

حضرت زبیرؓ ہجرت نبوی سے تقریباً اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ چچا نوفل بن خویلد نے اپنی سرپرستی میں ان کی پرورش کی۔ حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ بڑی شجاع اور شیر دل خاتون تھیں۔ وہ اپنے فرزند کو بھی ایک سخت کوش بہادر اور نڈر سپاہی بنانے کی آرزومند تھیں۔ چنانچہ وہ حضرت زبیرؓ سے سخت محنت و مشقت کا کام لیتیں اور وقتاً فوقتاً زجر و توبیخ اور زد و کوب سے بھی گریز نہ کرتیں۔ نوفل بن خویلد ایک دن بھتیجے کو ماں کے ہاتھوں پٹتا دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور حضرت صفیہ کو سختی سے

روکا کہ اس طرح تم بچے کو مار ڈالو گی۔ انھوں نے بنو ہاشم سے بھی کہا کہ وہ صفیہ کو بچے پر سختی کرنے سے روکیں۔ جب اس بات کا چرچا عام ہوا تو حضرت صفیہؓ نے لوگوں کے سامنے یہ رجز پڑھا۔

من قال ابغضه فقد کذب　　انما اضربه لکے یلب

جس نے یہ کہا کہ میں اس (زبیرؓ) سے بغض رکھتی ہوں اس نے غلط کہا، میں اس کو اس لیے پیٹتی ہوں کہ عقل مند ہو۔

ویھزم الجیش ویاتی السلب ...... الخ

اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو لڑکپن میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آگیا۔ انھوں نے ایسی ضرب لگائی کہ اس شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے حضرت صفیہ سے شکایت کی تو انھوں نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا بہادر یا بزدل؟

غرض ماں کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت زبیر بڑے ہو کر ایک دلاور صف شکن اور ضیغم شجاعت بنے۔

(۳)

حضرت زبیرؓ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے تھے جس پر آفتاب اسلام کی شعاعیں دعوتِ حق کی ابتدا ہی میں پڑنے لگی تھیں۔ ان کی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام کی خاتونِ اول تھیں۔ والدہ حضرت صفیہؓ بھی آغازِ عہدِ نبوت میں مشرف بہ ایمان ہو گئی تھیں ناممکن تھا کہ نورِ اسلام ان کے نہاں خانۂ دل کو منور نہ کرتا چنانچہ انھوں نے باختلافِ روایت آٹھ بارہ یا سولہ برس کی عمر میں ہی دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ بعض مورخین نے اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چوتھا یا پانچواں لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ سابقون اولون میں وہ ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ جب تک وہ اسلام نہیں لائے تھے۔ اپنے چچا کی شفقتوں کا مرجع تھے لیکن جونہی انھوں نے دعوتِ حق قبول کی چچا کا رویہ بدل گیا اور اس نے ان پر سخت مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں ابوالاسود سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے، آگ سلگا کر اس کی دھونی دیتے اور کہتے

کہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آ۔ لیکن زبیر ہر بار یہی کہتے "ہرگز نہیں ہرگز نہیں اب میں کبھی کافر نہ ہوں گا۔" جب چچا کی ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو حضرت زبیرؓ نے سرورِ عالمؐ کے ایما پر حبشہ کی ہجرت اختیار کی۔ کچھ عرصہ وہاں گزار کر مکہ واپس آگئے اور تجارت کا شغل اختیار کیا۔ کچھ مدت بعد خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اس وقت حضرت زبیرؓ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ جب وہ شام سے مکہ کی طرف واپس آرہے تھے تو رسولِ اکرمؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے راستہ میں حضرت زبیرؓ کو ان سے شرفِ نیاز حاصل ہو گیا۔ اس موقع پر انھوں نے حضورؐ اور صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے ہدیۃً پیش کیے اور پھر مکہ تشریف لے گئے۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد انھوں نے اپنی والدہ حضرت صفیہؓ اور بیوی حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کو ہجرت کی اور کچھ مدت قباء میں قیام پذیر رہے وہیں ۱ھ میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۲ ہجری میں) حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہؓ ابن زبیر پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت سے پہلے کئی ماہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی اس لیے یہود مدینہ نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کا سلسلہ نسل منقطع کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی اور انھوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔ مسلمانوں کو زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ ولادت باسعادت نے یہودیوں کے دجل و تلبیس کا پردہ چاک کر دیا تھا۔

سرورِ عالمؐ نے مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین عقدِ مواخاۃ قائم فرمایا تو حضرت زبیرؓ کے اسلامی بھائی حضرت سلمہؓ بن سلامہ بن وقش قرار پائے۔ وہ اوس کے خاندان بنو عبد الاشہل کے ایک معزز رکن تھے اور بیعتِ عقبۂ کبیرہ کے شرکاء میں سے تھے۔ قیامِ مدینہ کے ابتدائی چند سالوں میں حضرت زبیرؓ کی معاش کا انحصار زراعت پر رہا۔ رسولِ اکرمؐ نے انھیں بنو نضیر میں ایک نخلستان اور ایک دوسری جگہ کچھ زمین عطا فرمائی تھی۔ ان کی آمدنی واجبی سی تھی اس لیے بڑی تنگدستی سے گزر ہوتی تھی۔ بعد میں انھوں نے زراعت کے ساتھ تجارت بھی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت دی اور وہ نہایت آسودہ حال ہو گئے۔

(۴)

ہجرت کے بعد غزوات و مشاہد کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت زبیرؓ نے ہر معرکے میں کمال درجے کی استقامت اور بے جگری سے دادِ شجاعت دی۔ کئی موقعوں پر خود ذات رسالتمآبؐ نے ان کی شجاعت اور جذبۂ فدویت کی برملا تعریف و تحسین فرمائی۔ شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰؓ انھیں اشجع العرب کہا کرتے تھے۔ حق و باطل کا معرکہ اول بدر کے میدان میں برپا ہوا تو حضرت زبیرؓ کی شمشیر خارا شگاف دشمن کی صفوں پر برقِ بے اماں بن کر گری اور انھیں درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ جدھر جھک پڑتے تھے دشمن کا دَل بادل کائی کی طرح پھٹ جاتا۔ اس دن ان کے سر پر زرد عمامہ تھا۔ حضورؐ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا "آج مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ بھی زرد عمامے باندھ کر آسمان سے اترے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں ایک جنگجو مشرک ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر للکارا "کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے" حضورؐ نے ایک صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تو اس کے مقابلہ کے لیے جاتا ہے"۔ انھوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں"

اسی اثناء میں سرورِ عالمؐ کی نظر حضرت زبیرؓ پر پڑی جو قریب ہی بیٹھے تھے اور جوشِ غضب سے کسمسا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابن صفیہ کھڑے ہو جاؤ اور اس مشرک کے مقابلے پر جاؤ۔ حضرت زبیرؓ تیر کی طرح اس پر جھپٹے اور اس سے گتھم گتھا ہو گئے۔ دونوں بڑے شہ زور تھے اور ایک دوسرے کو ٹیلے سے نیچے گرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا "ان دونوں میں سے جو پہلے گرے گا وہ مارا جائے گا۔ پھر آپ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ چند ہی لمحے بعد دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے اس طرح گرے کہ مشرک نیچے تھا اور حضرت زبیر اس کے اوپر اور پھر پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت زبیرؓ نے اپنی تلوار سے مشرک کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق خود حضرت زبیرؓ نے اس مقابلہ کا حال ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ وہ سراپا لوہے میں غرق تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی۔ اس نے للکار کر کہا، میں ہوں ابو ذات الکرش۔ میں نے اپنی برچھی سے اس پر حملہ کیا اور تاک کر اس کی آنکھ میں برچھی ماری، وہ مر گیا۔"

جب حضرت زبیرؓ ابو ذات الکرش کو ہلاک کر چکے تو اپنی برچھی کو اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر بڑی مشکل سے اس طرح نکالا کہ برچھی کا پھل مڑ گیا۔ سرورِ کائنات نے یہ برچھی حضرت زبیرؓ سے مانگ لی اور تا وفات اپنے پاس رکھی۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد حضرت زبیرؓ نے اس برچھی کو واپس لے لیا لیکن ان سے صدیق اکبرؓ نے مانگ لی۔ پھر یہ برچھی فاروق اعظمؓ کے قبضہ میں آئی۔ فاروق اعظمؓ کے بعد حضرت زبیرؓ نے یہ برچھی پھر واپس لے لی تھی۔ لیکن امیر المومنین عثمانؓ ذوالنورین نے ان سے طلب کر لی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ برچھی آلِ علی کے پاس پہنچی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے لے لی اور تا زندگی اپنے پاس رکھی۔

حضرت زبیرؓ کی جو تلوار بدر کے میدان میں چمکی وہ بھی اس برچھی کی طرح یادگار بن گئی۔ بدر کے دن حضرت زبیرؓ نے از خود رفتگی کے عالم میں یہ تلوار اس طرح چلائی کہ اس میں دندانے پڑ گئے۔ اس تلوار میں چاندی کا کام تھا۔ حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد یہ تلوار ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قبضہ میں آئی۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان اموی نے مجھے بلا کر پوچھا "اے عروہ کیا تم زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو" میں نے کہا: ہاں۔ عبدالملک نے پوچھا، اس کی نشانی کیا ہے؟ میں نے کہا۔ بدر کے دن اس میں دندانے پڑ گئے تھے۔

عبدالملک نے کہا: ہاں سچ کہتے ہو اس میں لشکروں کی مڈبھیڑ سے دندانے پڑے ہوئے ہیں۔

پھر اس نے یہ تلوار مجھے دے دی۔

عروہؓ کے فرزند ہشام کا بیان ہے کہ عروہ کے بعد اس مقدس تلوار کے متعلق آلِ زبیرؓ میں مناقشت پیدا ہوئی۔ ہم نے باہم اس کی قیمت تین ہزار درہم لگائی اور ہم میں سے ایک نے اس کو لے لیا۔ کاش میں نے اس تلوار کو لے لیا ہوتا۔

غزوہ بدر میں حضرت زبیرؓ کو تلوار کے (باختلاف روایت) ایک یا دو زخم کاندھے پر آئے۔ ایک زخم اتنا شدید تھا کہ اس کے مندمل ہونے پر وہاں گڑھا سا بن گیا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں بچپن میں اس گڑھے میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔

(۵)

غزوۂ اُحد میں حضرت زبیرؓ ان چودہ ثابت قدم صحابہ کرام میں سے ایک تھے جو شروع سے آخر تک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بنے رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے یونس بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ احد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کا علمبردار تھا۔ اس نے میدانِ جنگ میں آکر مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت زبیرؓ دوڑتے ہوئے اس کی طرف گئے اور جست لگا کر اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے پھر اس کو زمین کی طرف دھکیل کر اونٹ سے گرا دیا اور اپنی تلوار سے اس کو ذبح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کی تعریف فرمائی اور فرمایا "ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ اگر زبیر اس کے مقابلے کے لیے نہ نکلتا تو میں خود اس کے مقابلے پر جاتا۔"

(البدایہ والنہایہ)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے طلحہ کو نہیں بلکہ اس کے بیٹے کلاب بن طلحہ کو قتل کیا تھا اور طلحہ بن ابی طلحہ کے قاتل حضرت علیؓ مرتضیٰ تھے۔ بہر حال میدانِ اُحد میں حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مشرکین کا ایک نامی جنگجو ضرور قتل ہوا۔

اثنائے جنگ میں ایک موقع پر سرورِ عالمؐ نے اپنی شمشیرِ مقدس نیام سے کھینچی اور فرمایا "کون ہے جو آج اس کا حق ادا کرے؟"

حضرت زبیرؓ اور حضرت ابودجانہ انصاریؓ نے تین مرتبہ اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ بالآخر حضورؐ نے یہ تلوار حضرت ابودجانہؓ کو عطا فرمائی۔ تاہم حضرت زبیرؓ کا جذبۂ فدویت تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد میں زخم لگے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپؐ نے اس خیال سے کہ کہیں وہ پلٹ نہ پڑیں، فرمایا۔ "کون ان کے تعاقب میں جاتا ہے؟" صحابہ میں سے ستر آدمی اس کام کے لیے آمادہ ہوئے ان میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہؓ کی زبانی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول منقول ہے کہ آیت اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں غزوہ احد کے بعد مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان میں حضرت

زبیرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تھے۔

(۶)

۵ھ میں فرزندانِ توحید کو خندق کی پر صعوبت جنگ پیش آئی۔ اس موقع پر مشرکین کا ایک بے باب عظیم مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا۔ سرورِ کائنات نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ مشرکین کا محاصرہ تقریباً تین ہفتے جاری رہا۔ اس دوران میں اگرچہ کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی لیکن فریقین میں وقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احزاب کے دوران میں ایک دن نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے اپنی لشکر گاہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا۔ حضرت زبیرؓ جھپٹ کر اس کے مقابل ہوئے اور اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس موقعہ پر ان کی تلوار میں ایک دندانہ پڑ گیا۔ نوفل کو جہنم واصل کرنے کے بعد حضرت زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے واپس آئے۔

انی امرء احمی واحتمی   عن النبی المصطفیٰ الامّی

(میں وہ شخص ہوں جو اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی مصطفیٰ امّی کی بھی حفاظت کرتا ہوں)

یہود بنی قریظہ اور مسلمانوں میں باہم خیر سگالی کا معاہدہ تھا لیکن جنگ خندق کے موقع پر یہودیوں کی نیت بدل گئی اور وہ مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کے منصوبے بنانے لگے۔ اہلِ حق کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ حضورؐ کو ان غداروں کے فاسد عزائم کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔ "کون بنی قریظہ کی خبر لاتا ہے؟"

حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر عرض کی۔ "یا رسول اللہ میں جاتا ہوں۔"

سرورِ عالمؐ نے تین مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے اور تینوں مرتبہ حضرت زبیرؓ نے اپنے آپ کو اس پُرخطر کام کے لیے پیش کیا۔ حضورؐ ان کے جذبۂ فدویت سے بہت خوش ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اس موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔"

بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ غزوۂ احزاب میں عمر ابن ابی سلمہ اور میں عورتوں کے ساتھ کر دیے گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ زبیر گھوڑے پر سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف گئے اور واپس آئے۔ جب (شام کو) میری ان سے ملاقات ہوئی تو

میں نے کہا، ابا جان میں نے آپ کو (بنی قریظہ کی طرف) جاتے دیکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ بیٹا تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کون بنو قریظہ کی خبر لاتا ہے۔ میں گیا جب واپس آیا تو حضورؐ نے میرے لیے اپنے ماں باپ جمع کیے اور فرمایا فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي (میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں)

اکثر اہل سیر کا بیان ہے کہ "فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي" کے الفاظ لسانِ رسالتؐ سے حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کسی اور کے لیے نہیں نکلے۔ جنگِ خندق کا یہ انجام ہوا کہ بائیس دن کے محاصرے کے بعد کفار آسمانی آفات اور مسلمانوں کی غیر معمولی استقامت کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

(۷)

غزوہ احزاب کے فوراً بعد حضرت زبیرؓ غزوہ بنی قریظہ میں شریک ہوئے اور پھر ذیقعدہ ۶ھ میں بیعتِ رضوان کا عظیم شرف حاصل کیا۔ اواخر ۶ھ یا شروع ۷ھ میں خیبر کی جنگ پیش آئی تو اس میں بھی حضرت زبیرؓ نے کمال درجے کی جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ مورخ ابن ہشام کا بیان ہے کہ جب رئیسِ خیبر مرحب حضرت علیؓ مرتضیٰ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کا قوی ہیکل اور جنگجو بھائی یاسر غضب ناک ہو کر میدان میں آیا۔ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ ان کا قد و قامت یاسر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ آج یاسر کے ہاتھ سے نہیں بچیں گے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ بھی حضورؐ کے ساتھ مدینے آئی تھیں، انھوں نے بے قرار ہو کر حضورؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ آج میرا جگر گوشہ شہید ہو گا۔"

سرورِ عالمؐ نے فرمایا: "نہیں ان شاء اللہ وہ دشمن پر غالب آئے گا۔" چنانچہ تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد حضرت زبیرؓ نے یاسر کو قتل کر دیا۔

(۸)

۸ھ میں جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوا تو اس موقع پر حضرت زبیرؓ کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ وہ مہاجرین کے علمبردار مقرر ہوئے اور خاص عَلمِ نبوی انھیں تفویض کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے فتح مکہ کے بارے میں روایت ہے کہ "ایک فوج آئی جس کی تعداد دوسرے تمام دستوں سے کم تھی۔ اس میں رسول اللہؐ اور اصحاب تھے اور علم نبوی زبیر بن العوام کے پاس تھا۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت زبیرؓ اسلامی لشکر کے میسرہ کے سردار تھے۔ لیکن اکثر اہلِ سیر نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ سب سے آخری اور سب سے چھوٹے دستے میں تھے۔ رحمتِ عالم بھی اسی دستے میں رونق افروز تھے۔ مورخ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ہر طرف امن و سکون ہو گیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن الاسود کندی اپنے گھوڑوں پر سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کے چہروں سے گرد صاف کی۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

فتح مکہ کے بعد حنین کا خونی معرکہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں بھی اپنی شجاعت و بسالت کے خوب جوہر دکھائے۔ ایک موقع پر بہت سے مشرکین ایک گھاٹی سے نکل کر دفعتہً حضرت زبیرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت زبیرؓ تن تنہا اس جرأت اور استقامت کے ساتھ لڑے کہ کفار کا منہ پھر گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حنین کے بعد حضرت زبیرؓ نے طائف اور تبوک کے غزوات میں شرکت کی پھر حجۃ الوداع میں انھیں سرورِ عالم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

(۹)

سنہ ۱۱ھ میں سرورِ کائنات نے رحلت فرمائی تو حضرت زبیرؓ پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور انھوں نے شکستہ دل ہو کر عزلت گزینی اختیار کر لی۔ شروع شروع میں خلافت کے معاملے میں انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت کی (حالانکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ان کے خسر تھے) لیکن پھر ان کا خیال بدل گیا اور کچھ دنوں کے بعد انھوں نے جمہور مسلمین کی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کر لی۔ دو تین سال انھوں نے نہایت خاموشی سے گزارے، لیکن فاروق اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں ان کے خون نے جوش مارا اور وہ اپنے کم سن فرزند عبد اللہ کو ساتھ لے کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے شام پہنچ گئے اس وقت شام کی فیصلہ کن جنگ یرموک کے میدان میں لڑی جا رہی تھی۔ حضرت زبیرؓ نے اس جنگ میں حیرت انگیز جرأت و بسالت کا مظاہرہ کیا۔ صحیح بخاری میں ان کے فرزند عروہؓ سے روایت ہے کہ اصحابِ رسول نے جنگِ یرموک میں زبیرؓ سے کہا، آپ شدت کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم بھی شدت کریں۔ انھوں نے کہا، اگر میں شدت کروں گا تو تم جھوٹے ثابت ہو گے (یعنی میرا ساتھ نہ دے سکو گے) لوگوں نے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت زبیرؓ نے کفار پر ایک شدید حملہ کیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے آگے نکل گئے لیکن ان کا ساتھ کوئی مسلمان نہ دے سکا۔ جب واپس آنے لگے تو کفار

نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے پر دو زخم لگائے۔ ان کے درمیان ایک اور زخم تھا جو بدر میں لگا تھا۔ "میں بچپن میں ان ضربوں (کے گڑھوں) میں اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلا کرتا تھا" یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ واقدی طبری اور کئی دوسرے مورخین نے جنگِ یرموک میں حضرت زبیرؓ کی جانبازی اور شجاعت کے کئی اور واقعات بھی بیان کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خونیں جنگ کے ابطالِ خاص میں تھے۔

فتح شام کے بعد مجاہدین اسلام نے حضرت عمروؓ بن العاص کی قیادت میں مصر پر چڑھائی کی اور وہاں کے مشہور شہر فسطاط کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ فسطاط کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور مجاہدین کی تعداد بہت قلیل تھی اس لیے حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین سے مدد مانگ بھیجی۔ فاروقِ اعظم نے چار ہزار فوج حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبادۃؓ بن صامت، حضرت مقدادؓ بن اسود کندی اور حضرت مسلمہؓ بن مخلد کی سرکردگی میں روانہ کی اور حضرت عمروؓ کو لکھا کہ ان میں سے ہر افسر ایک ہزار سوار کے برابر ہے اس لیے اس فوج کو آٹھ ہزار سمجھنا" مصریوں کا دفاع اس قدر مضبوط تھا کہ اس فوج کے پہنچنے کے باوجود قلعہ سات ماہ تک فتح ہونے میں نہ آیا۔ ایک دن حضرت زبیرؓ کو سخت جوش آیا اور وہ سیڑھی لگا کر شمشیر بدست قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ چند اور مجاہدین نے بھی ان کا ساتھ دیا اور فصیل پر پہنچ کر ایک فلک شگاف نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ نیچے کی فوج نے بھی نعرے لگانے شروع کر دیے۔ عیسائی سراسیمہ ہو گئے اسی اثناء میں حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اس کے ساتھ ہی تمام اسلامی لشکر اندر گھس آیا۔ عیسائیوں نے ہتھیار پھینک دیے اور امان طلب کی۔ حضرت عمروؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فسطاط پر اسلامی علم لہرا دیا۔

فسطاط کی فتح کے بعد حضرت زبیرؓ نے سکندریہ کی تسخیر میں نمایاں حصہ لیا۔ سکندریہ کا قلعہ اپنے زبردست انتظامات کی وجہ سے ناقابلِ تسخیر متصور ہوتا تھا۔ اسلامی فوجیں مدت سے اس کا محاصرہ کیے پڑی تھیں۔ آخر ایک دن حضرت زبیرؓ اور مسلمہؓ بن مخلد نے فوج کے چند مضبوط دستے اپنے ہمراہ لیے اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ دشمن کے لیے اطاعت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

(۱۰)

۲۳ھ میں سیدنا فاروق اعظمؓ نے جامِ شہادت پیا۔ آپ نے اپنی شہادت سے پہلے حضرت

عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے نام مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چھ بزرگوں سے آخر وقت تک راضی رہے تھے اس لیے بہتر ہو گا کہ ان چھ میں سے ایک کو میرے بعد منصب خلافت پر فائز کیا جائے۔ ان سب نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنا حکم بنایا۔ انھوں نے ہر شخص سے انفرادی رائے لینے کے بعد حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت زبیرؓ نے اس انتخاب کو فوراً تسلیم کر لیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس موقع پر حضرت زبیرؓ نے ایثار سے کام لے کر حضرت علیؓ کے حق میں رائے دی تھی لیکن کثرتِ آرا حضرت عثمانؓ کے حق میں تھی۔ چنانچہ انھوں نے مجلسِ شوریٰ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت زبیرؓ نے پھر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ہر قسم کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو گئے لیکن عامۃ المسلمین میں ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ ایک بار حضرت عثمانؓ شدت نکسیر کی وجہ سے حج سے معذور ہو گئے (بلکہ زندگی سے مایوس ہو گئے) تو لوگوں کے مطالبہ پر انھوں نے حضرت زبیرؓ کو امیر حج اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس موقع پر بھی انھوں نے قسم کھا کر لوگوں سے یہ بھی کہا کہ بے شک زبیر تم لوگوں میں بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

۳۵ھ میں مفسدین نے مدینہ منورہ پر اپنی حکومت قائم کر لی اور بارگاہ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ اس نازک موقع پر حضرت زبیرؓ نے اپنے بڑے فرزند عبداللہؓ کو بارگاہِ خلافت کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ لیکن ایک دن باغی دوسری طرف سے دیوار پھلانگ کر کاشانۂ خلافت میں داخل ہو گئے اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ حضرت زبیرؓ کو امیر المومنین کی مظلومانہ شہادت سے سخت صدمہ پہنچا۔ ادھر مفسدین کی شقاوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ وہ امیر المومنین کی تجہیز و تکفین کے بھی روادار نہ تھے۔ آخر حضرت زبیرؓ اور چند دوسرے مسلمانوں نے جان پر کھیل کر حضرت عثمان شہید کی تجہیز و تکفین کی۔ پھر رات کے وقت پوشیدہ طور پر حضرت زبیرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مضافاتِ مدینہ میں حش کوکب کے مقام پر انھیں سپردِ خاک کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علی مرتضیٰؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ ان کے عہدِ خلافت کے اوائل ہی میں حالات و واقعات نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ قصاص عثمانؓ کے سلسلے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں اصلاح کا علَم

بلند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور کئی دوسرے صحابہ ام المومنینؓ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ دوسری طرف امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ بھی جلیل القدر صحابہ کی ایک کثیر تعداد تھی۔ ۱۰ رجمادی الثانی ۳۶ھ کو اپنے وقت کے بہترین انسانوں کے مابین جمل کی انتہائی افسوسناک لڑائی پیش آئی۔ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق لڑائی کے آغاز سے پہلے سیدنا علی مرتضیٰؓ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور حضرت زبیرؓ کو پکار کر کہا:" ابو عبداللہ۔ کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جب ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رسول اللہؐ کے سامنے سے گزرے تھے، حضورؐ نے تم سے سوال کیا تھا، کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ جب تم نے اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا تھا، ایک دن تم ناحق علی سے لڑو گے۔"

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا:۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔

حضرت علیؓ تو یہ بات یاد دلا کر اپنے لشکر میں واپس چلے گئے لیکن حضرت زبیرؓ کے دل کی دنیا بدل گئی اسی وقت میدانِ جنگ سے کنارہ کش ہو کر بصرہ روانہ ہو گئے۔ ایک شخص عمرو ابن جرموز نے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا۔ حضرت زبیرؓ نے بصرہ پہنچ کر اپنے غلاموں کو سامان و اسباب کے ساتھ روانہ ہونے کی ہدایت کی اور خود بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے۔ اس وقت ابن جرموز گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب پہنچا اور پوچھا:۔ ابو عبداللہ آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت زبیرؓ۔ لوگ ایک دوسرے کا خون بہانے پر تلے ہوئے تھے۔

ابن جرموز:۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت زبیرؓ:۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور اب میں اس ہنگامے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکل جانا چاہتا ہوں۔

ابن جرموز نے کہا تو چلیے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ کچھ دور جانے کے بعد ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہر گئے۔ ابن جرموز نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گا۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا:۔ میں تمھیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے حق میں ایسا ہی کرو گے؟

ابن جرموز نے کہا:۔ یقیناً۔

اس عہد و پیمان کے بعد دونوں گھوڑوں سے اتر کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ

جونہی سجدے میں گئے۔ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے ان کی گردن پر وار کیا اور حواریٔ رسول کا سرِ اقدس تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد وہ حضرت زبیرؓ کی زرہ، تلوار اور سر لے کر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے توقع تھی کہ امیر المومنینؓ اس کے کام کو سراہیں گے لیکن شیرِ خدا نے حضرت زبیرؓ کی تلوار پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:

"اس تلوار نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بادل ہٹائے۔ اے ابنِ صفیہؓ کے قاتل تجھے جہنم کی بشارت ہو"

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ابن جرموز نے مایوسی کے عالم میں یہ شعر کہے ؎

أَتَيْتُ عَلِيًّا بِرَأْسِ الزُّبَيْرِ وَأَرْجُو لَدَيْهِ بِهِ الزُّلْفَهْ
فَبَشَّرَ بِالنَّارِ إِذْ جِئْتُهُ فَبِئْسَ الْبِشَارَةُ وَالتُّحْفَهْ

ترجمہ: میں علیؓ کے پاس زبیرؓ کا سر لے کر حاضر ہوا مجھے اس کام سے ان کے تقرب کی امید تھی۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے جہنم کی بشارت دی۔ سو کیسی بری بشارت اور کیسا برا تحفہ ہے۔

شہادت کے وقت حضرت زبیرؓ کی عمر چونسٹھ برس کی تھی۔ اپنی جائے شہادت وادی السباع ہی میں دفن کیے گئے۔ اس المیہ سے چند سال پہلے حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان بعض اسباب کی بنا پر علیحدگی ہو چکی تھی لیکن جب ان کی شہادت کی خبر حضرت اسماءؓ نے سنی تو فرطِ الم سے نڈھال ہو گئیں اور بے اختیار ان کی زبان پر یہ مرثیہ جاری ہو گیا۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة يوم الهياج وكان غير معرد
يا عمرو لو نبهته لوجدته لا طائشاً رعش الجنان ولا اليد
ثكلتك امك ان قتلت لمسلما حلت عليك عقوبة المتعمد

(در منثور)

یعنی ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک عالی ہمت شہسوار سے غداری کی اور غداری بھی ایسی حالت میں کہ وہ نہتا اور بے سر و سامان تھا۔

اے عمرو اگر تو اس کو پہلے سے خبردار کر دیتا تو اس کو ایسا شخص پاتا کہ نہ اس کے دل میں خوف ہوتا اور نہ ہاتھ میں لرزہ۔

تیری ماں تجھ پر روئے تو نے ایک مسلمان کو (ناحق) قتل کیا۔ تجھ پر ضرور اللہ کا عذاب

نازل ہوگا۔

(۱۲)

حضرت زبیرؓ نے اپنی زندگی میں مختلف اوقات میں سات شادیاں کیں۔ ازواج کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ۔

۲۔ حضرت ام خالدؓ بنت خالد بن سعید بن عاص

۳۔ رباب بنت انیف

۴۔ زینب بنت مرثد

۵۔ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ

۶۔ حلال بنت قیس

۷۔ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے پیچھے چار بیویاں، نو لڑکے اور نو لڑکیاں چھوڑیں۔ لڑکوں میں حضرت عبداللہؓ، عروہؒ، منذرؒ (جو حضرت اسماءؓ کے بطن سے تھے) اور حضرت مصعبؒ (جو رباب بنت انیف کے بطن سے تھے) اپنی اسلامی اور علمی خدمات کی بنا پر ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

حضرت زبیرؓ کا قد اتنا طویل تھا کہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین سے چھو جاتے، رنگ گندمی، بدن چھریرا، سر پر گھنے بال۔ ڈاڑھی ہلکی (یعنی اس میں بال کم تھے)

سرورِ عالمؐ نے حضرت زبیرؓ کو نواح مدینہ میں کچھ زمین عطا فرمائی تھی جسے وہ خود آباد کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضورؐ نے انہیں بنو نضیر کا ایک نخلستان عطا فرمایا۔ صدیق اکبرؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو انھوں نے حضرت زبیرؓ کو مقامِ جرف میں ایک جاگیر عطا کی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں عقیق میں ایک شاداب اور سرسبز قطعۂ زمین دیا۔ بدری صحابی ہونے کی بنا پر انھیں حکومت کی جانب سے معقول وظیفہ ملتا تھا۔ وقتاً فوقتاً مالِ غنیمت سے بھی کافی حصہ مل جاتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں بے حد برکت عطا کی تھی۔ اس طرح وہ اغنیا کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ زمین کے علاوہ مختلف مقامات پر ان کے پندرہ مکانات بھی تھے (گیارہ مدینہ میں، دو بصرہ میں، ایک کوفہ میں اور ایک مصر میں) شہادت کے وقت ان کی غیر منقولہ جائداد کی قیمت کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ

درہم کیا گیا۔ لیکن اپنی بے مثال فیاضی اور سخاوت کی بدولت وہ بائیس لاکھ درہم کے مقروض ہو گئے تھے۔ شہادت کے بعد یہ قرض ان کی جائداد سے ادا کیا گیا۔

(۱۳)

سیدنا حضرت زبیرؓ فضائل و مناقب کے آسمان کے مہر درخشندہ ہیں، ہر وہ شرف اور اعزاز جو دورِ رسالت کے کسی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہو سکتا تھا انھیں حاصل ہوا۔ ان کے تقدم فی الدین کی یہ شان تھی کہ بارہ یا سولہ برس کی عمر میں اس وقت لوائے حق کو تھاما جب ایسا کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا، اسی پُرآشوب دور میں سب سے پہلے سید الانام کی حمایت میں تلوار بلند کی، راہِ حق میں ہر قسم کے مصائب سہے، دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی۔ بدر سے تبوک تک ہر غزوے میں حیرت انگیز پامردی اور سرفروشی کا ثبوت دیا۔ راہِ حق میں اتنے زخم کھائے کہ جسم کا کوئی ظاہری اور پوشیدہ حصہ ایسا نہ تھا جو زخموں کے نشان سے خالی ہو، حواریٔ رسول کا عظیم الشان لقب حاصل کیا، بیعت رضوان سے سعادت اندوز ہوئے۔ لسانِ رسالتؐ سے جنت کی نوید پائی۔ جہادِ شام و مصر میں عدیم المثال شجاعت و شہامت کا مظاہرہ کیا، جام شہادت پیا تو وہ بھی اس شان سے کہ سر سجدے میں تھا اور زبان پر تکبیر۔

حضرت زبیرؓ کا چمن اخلاق بھی رنگا رنگ کے پھولوں سے آراستہ تھا۔ انفاق فی سبیل اللہ، زہد و تقویٰ، خشیتِ الٰہی، عبرت پذیری، ایثار اور امانت داری اس چمن کے سب سے خوشرنگ پھول تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے تمام (پندرہ کے پندرہ) مکانات راہِ حق میں صدقہ (وقف) کر دیے تھے۔ اسی طرح بیہقیؒ نے مغیث بن سمیؓ سے اور ابو نعیمؒ نے سعید بن عبد العزیزؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو ان کو یومیہ خراج ادا کرتے تھے (یعنی وہ جو کام کرتے تھے اس کی اجرت کا مقررہ حصہ حضرت زبیرؓ کو دیتے تھے) حضرت زبیرؓ اس تمام رقم کو فوراً خیرات کر دیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح داخل ہوتے تھے کہ ان کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوتا تھا۔

حضرت زبیرؓ کی دیانت اور امانت کا اس قدر شہرہ تھا کہ لوگ نہ صرف اپنا مال و متاع ان کے پاس امانت رکھتے تھے بلکہ اپنی وفات کے وقت انھیں اپنی اولاد اور مال کا محافظ بنانے کی آرزو کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت عبد اللہؓ بن مسعود اور حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف جیسے جلیل القدر صحابہؓ نے انھیں اپنا وصی بنایا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ

بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ پر قرض اس لیے ہوگیا تھا کہ لوگ ان کے پاس مال لے کر آتے تھے اور امانۃً رکھا دیتے تھے۔ زبیرؓ کہتے تھے کہ یہ امانت نہیں بلکہ سلف ہے کیونکہ مجھے اس کے ضائع (خرچ) ہوجانے کا خوف ہے۔

زہد و تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ہر بات میں سنتِ نبوی کا اتباع کرنے کی کوشش کرتے تھے اور معمولی سے معمولی واقعہ پر خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے تھے۔ قرآن حکیم کی کوئی ایسی آیت سنتے جس میں قیامت کا ذکر ہوتا تو لرزہ براندام ہوجاتے تھے۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ حواری رسول تھے اور سالہا سال تک فیضانِ رسالت سے خوشہ چینی کی تھی لیکن کمالِ اتقاء کے باعث وہ بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی قلتِ روایت کا سبب اس طرح بیان کیا ہے۔

"میں نے زبیرؓ سے کہا، میں آپ کو رسول اللہؐ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا۔ جس طرح فلاں اور فلاں حدیث بیان کرتے ہیں۔ فرمایا میں نے حضورؐ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا لیکن آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو مجھ پر جھوٹ بولے (مجھ سے کوئی غلط بات منسوب کرے) اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

حضرت زبیرؓ سے کل اڑتیس حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بھی اکثر کا تعلق اخلاق سے ہے۔

فاروق اعظمؓ نے اپنی شہادت سے پہلے جن چھ بزرگوں کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا ان میں حضرت زبیرؓ بھی تھے لیکن انھوں نے اپنے سراپا ایثار ہونے کا ثبوت یوں دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں دست بردار ہوگئے اور جب مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے حق میں فیصلہ دیا تو انھوں نے بلا چون و چرا حضرت عثمانؓ کی بیعت کرلی۔

حضرت زبیرؓ صحیح معنوں میں مرد مومن تھے اور کسی شخص کو اچانک یا دھوکے سے قتل کرنا کسی حالت میں جائز نہیں سمجھتے تھے۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ جب انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ کا ایما ہو تو علیؓ کو قتل کر ڈالوں، بولے تم یہ کام کیسے کروگے۔ علیؓ کے پاس تو زبردست فوج ہے۔ اس نے کہا کہ میں علیؓ کی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک ہو جاؤں گا اور کسی وقت موقع پاکر ان کی گردن اڑا دوں گا فرمایا ہرگز نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایمان قتلِ ناگہانی کی زنجیر ہے اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک قتل نہ کرے۔"

حضرت زبیرؓ کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس قصیدہ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو ایک موقع پر شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان کی شان میں موزوں کیا اور اس میں حضرت زبیرؓ کے فضائل نہایت بلیغ پیرائے میں بیان کیے۔ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

أَقَامَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ وَهَدْيِهِ
حَوَارِيُّهُ وَالْقَوْلُ بِالْفِعْلِ يُعْدَلُ

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور سنت پر قائم رہے۔ وہ حضور کے حواری ہیں اور قول عمل ہی سے سچ سمجھا جاتا ہے۔

هُوَ الْفَارِسُ الْمَشْهُورُ وَالْبَطَلُ الَّذِي
يَصُولُ إِذَا مَا كَانَ يَوْمٌ مُحَجَّلُ

وہ ایسے مشہور شہسوار اور بہادر ہیں کہ جو اس دن حملہ کرتے تھے جب لوگ (جنگ کے) خوف سے چھپتے پھرتے تھے۔

لَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ قُرْبَى قَرِيبَةٌ
وَمِنْ نُصْرَةِ الْإِسْلَامِ مَجْدٌ مُؤَثَّلُ

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابتِ قریبہ حاصل تھی اور یہ وہی ہیں جن سے اسلام کو نصرت حاصل ہوئی۔

فَكَمْ كُرْبَةٍ ذَبَّ الزُّبَيْرُ بِسَيْفِهِ
عَنِ الْمُصْطَفٰى وَاللّٰهُ يُعْطِي وَيُجْزِلُ

چنانچہ بہت سے مصائب زبیرؓ نے اپنی تلوار سے (محمد) مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دور کیے اور اللہ بہت عطا اور بخشش کرنے والا ہے۔

إِذَا كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا الْحَرْبُ حَشَّهَا
بِأَبْيَضَ سَبَّاقٍ إِلَى الْمَوْتِ يُرْقِلُ

جب لڑائی اپنی آگ روشن کرتی تھی تو شمشیر بدست موت کی طرف دوڑتے تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ